الحمدللّٰہ رب العٰلمین ط و الصلوٰۃ و السلام علٰی سید المرسلین ط

امابعد فاَعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم ط بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم ط

امام ابو القاسم قشیری رحمہ اللّٰہ

تصنیف۔صاحبزادہ محمد محب اللہ نوری

لَیْــــسَ عَــــلَــــی الـــلّٰـــهِ بِــمُسْتَـنْـكَــر

اَنْ یَــــجْــــمَـــعَ الْـــعَـــالَـــمَ فِـــیْ وَاحِــدٖ

''اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ سے بعید نہیں کہ وہ تمام مخلوق کی خوبیاں ایک شخص میں جمع کر دے''

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

چوتھی اور پانچویں صدی ہجری میں جن باکمال مشاہیر کا دنیائے علم و فضل میں نام روشن ہوا، ان میں امام قشیری علیہ الرحمہ کی شخصیت بہت نمایاں اور ممتاز ہے---موصوف، علوم وفنون میں جامعیت ومہارت، تصوف وطریقت اور باطنی وروحانی امور پر عبور، ذکاوت وفطانت، نکتہ سنجی اور دقیقہ رسی میں اپنی نظیر آپ تھے---

نام و نسب

نام نامی، اسم گرامی''عبدالکریم''، کنیت''ابوالقاسم''اور لقب''زین الاسلام''ہے---

آپ کے ہم عصر خطیب بغدادی (م ۴۶۳ھ) نے نسب یوں بیان کیا ہے:

''عَبْدُ الْکَرِیمِ بْنُ هُوَازِن بْنِ عَبْدِ الْمَلِکِ بْنِ طَلْحَةَ بْنِ مُحَمَّدٍ اَبُو الْقَاسِمِ الْقُشَیْرِیُّ النَّیْسَابُوْرِیّ''--

(خطیب بغدادی، حافظ ابوبکر احمد بن علی، ۴۶۳ھ، تاریخ بغداد، بیروت، جلد ۱۱، صفحہ۸۳)

ذہبی (م ۷۴۸ھ) نے آپ کو امام، زاہد، قدوہ، استاذ، صوفی اور مفسر کے القاب سے یاد کیا ہے---

(ذہبی، حافظ شمس الدین محمد بن احمد، ۷۴۸ھ، سیـــر اعــلام النبــلاء، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۲۰۰۴ء، جلد۱۱، صفحہ۴۸۷)

آپ کے آباء واجداد عرب سے ہجرت کر کے خراسان کے گردونواح میں آباد ہو گئے تھے

www.IslamiEducation.com

(داوودی، حافظ شمس الدین محمد بن علی، ۹۴۵ھ، طبقات المفسرین (حرف العین)، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۲۰۰۲، صفحہ ۲۳۸/ طاش کبری زادہ، احمد بن مصطفیٰ، ۹۲۶ھ، مفتاح السعادۃ و مصباح السیادۃ، دائرۃ المعارف، حیدر آباد دکن، جلد ۱، صفحہ ۴۳۸)

۴......تاریخِ بغداد، جلد ۱۱، صفحہ ۸۳ خراسان کا دارالحکومت نیشاپور تھا، اس کے قریب استوا نامی ایک بڑا قصبہ تھا، جس میں ربیع الاوّل ۳۷۶ھ میں آپ کی ولادت ہوئی۔ (تاریخِ بغداد، جلد ۱۱، صفحہ ۳۸۳)

اسی نسبت سے آپ کو نیشاپوری کہا جاتا ہے اور قشیر بن کعب سے منسوب عرب کے ایک بڑے قبیلے سے خاندانی تعلق کی بنا پر قشیری کہلائے--

(ابن خلکان، ابوالعباس شمس الدین احمد بن محمد، ۶۸۱ھ، وفیات الاعیان، دارصادر، بیروت، جلد ۳، صفحہ ۲۰۷)

آپ والد کی جانب سے قشیری اور والدہ کی جانب سے سلمی (ابن کثیر لکھتے ہیں: امہ من بنی سلیم---حافظ ابن کثیر، ابوالفداء، ۷۷۴ھ، البدایہ و النہایہ، المکتبۃ العصریہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ/۲۰۰۴ء، جلد ۸، صفحہ ۳۱۸) ہیں---

آپ کے ماموں ابوعقیل سلمی علاقہ استوا کے سرکردہ زمینداروں میں سے تھے---

(سبکی، ابونصر عبدالوہاب بن علی، ۷۷۱ھ، طبقات الشافعیہ الکبریٰ، دارالکتب العلمیہ، بیروت، جلد ۳، صفحہ ۱۵۲)

تعلیم و تربیت

امام ابوالقاسم قشیری علیہ الرحمہ کے سر سے باپ کا سایہ بچپن میں ہی اٹھ گیا تھا، چناں چہ آپ ابوالقاسم الیمانی کے پاس جا پہنچے اور ان سے ادب اور عربی زبان پڑھی، اسی طرح دیگر حضرات سے بھی استفادہ کیا---

(سبکی، ابونصر عبدالوہاب بن علی، ۷۷۱ھ، طبقات الشافعیہ الکبریٰ، دارالکتب العلمیہ، بیروت، جلد ۳، صفحہ ۱۵۲)

بچپن ہی سے حساس طبع واقع ہوئے، انھوں نے دیکھا کہ حکومت کی طرف سے گاؤں پر بھاری ٹیکس (لگان) عائد ہے، جس سے زمین دار اور علاقہ کے لوگ پریشان ہیں، تو آپ نے یہ عزم کرلیا کہ نیشاپور جاکر حساب میں مہارت حاصل کروں گا اور محکمہ استیفاء میں ملازمت اختیار کرکے گاؤں والوں کو بھاری لگان سے نجات دلاؤں گا---چناں چہ آپ نیشاپور جا پہنچے---

(وفیات الاعیان، جلد ۳، صفحہ ۲۰۶/ ذہبی، شمس الدین محمد بن احمد بن عباس، ۷۴۸ھ، تاریخ اسلام للذہبی، دارالکتب العلمیہ، بیروت، حوادث، ۴۶۱-۴۷۰، صفحہ ۱۷۱/ ابن العماد، ابوالفلاح عبدالحی حنبلی، ۱۰۸۹ھ،

شذرات الذھب،داراحیاءالتراث العربی،بیروت،جلد۲،صفحہ۳۲۰)

گھر سے دنیوی مفاد کے لیے نکلے تھے،تب انھیں دنیا داروں سے میل جول رکھنا پسند تھا(ابن الجوزی، ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی،۵۹۷ھ، المنتظم فی تاریخ الملوک و الامم ،دارالکتب العلمیہ ،بیروت،جلد۱۶، صفحہ۱۴۸)مگر منشاۓ الٰہی یہ تھا کہ انھیں دین کا امام بنایا جاۓ،چناں چہ نیشا پور پہنچے تو اتفاقاً وہاں کے جلیل القدر عالم، امام اورصاحب کشف وکرامت بزرگ، شیخ ابوعلی حسن بن علی الدقاق نیشاپوری (م۴۰۶ھ) کی مجلس سے گزر ہوا، شیخ دقاق کا اثر آفرین کلام دل میں یوں گھر کرگیا کہ حساب سیکھنے اور سرکاری ملازمت کا خیال محو ہوگیا---
(وفیات الاعیان،جلد۳،صفحہ۳۰۶)

شیخ ابوعلی دقاق نے اپنی فراست سے ان میں نجابت کے آثار ملاحظہ کیے تو اپنی بلند ہمتی سے انھیں اپنا گرویدہ بنالیا---(وفیات الاعیان،جلد۳،صفحہ۳۰۶)

چوں کہ تصوف وطریقت کی اساس شریعت ہے،اس لیے شیخ نے حکم دیا کہ پہلے دینی علوم حاصل کرو، چناں چہ آپ کے مشورہ سے قشیری،ابوبکر محمد بن ابوبکر طوسی کے درس میں شامل ہوگئے اور ان سے فقہ پڑھی، علم اصول کے ماہر امام استاذ ابوبکر بن فورک سے علم اصول میں مہارت حاصل کی، یہاں تک کہ ان کے تلامذہ میں اپنے علم وفضل کے لحاظ سے سب سے ممتاز مقام حاصل کیا---اصولِ فقہ بھی انھی سے پڑھا---ابن فورک کی وفات کے بعد استاذ ابواسحاق اسفرائنی کے حلقہ درس میں شریک ہوگئے، کافی دن گزرے تو استاذ نے محسوس کیا کہ قشیری صرف درس سنتے ہیں، علمی افادات کو ضبط تحریر میں نہیں لاتے،اس طرح تو اپنا وقت ضائع کر رہے ہیں---ایک دن امام قشیری کو سمجھایا کہ یہ علم محض سماعت سے حاصل نہیں ہوتا،اسے جب تک ضبط تحریر میں نہ لایا جاۓ، محفوظ نہیں رہتا---یہ سنتے ہی قشیری نے جو کچھ استاذ ابواسحاق سے سنا تھا،من وعن ان کے سامنے دہرا دیا،تب استاذ پر ان کی علمی لیاقت، مقام ومرتبت اور قدر و منزلت آشکار ہوئی اور فرمایا:

”مجھے معلوم نہ تھا کہ تم اس مقام پر پہنچ چکے ہو،تمہیں شریک درس ہونے کی حاجت نہیں ہے،میری تصانیف کا مطالعہ ہی تمھارے لیے کافی ہے“---

امام قشیری نے اپنے دونوں اساتذہ امام اسفرائنی اور ابن فورک کے طریقوں سے رہنمائی لے کر ایک جامع طریق وضع کیا،اس کے بعد آپ نے قاضی ابوبکر بن طیب کی کتب کا مطالعہ کیا---

www.IslamiEducation.com

(شذرات الذهب، جلد۲، صفحہ۳۲۱/طبقات الشافعیة الکبریٰ، جلد۳، صفحہ۱۵۲)

مذہب

امام ابوالقاسم قشیری قدس سرہ العزیز عقائد میں اشعری (حضرت ابوالحسن اشعری علیہ الرحمہ کے پیروکار) تھے اور فقہ میں شافعی المذہب تھے، جیسا کہ ان کے معاصر خطیب بغدادی تحریر کرتے ہیں:

وَ کَانَ یَعْرِفُ الْاُصُوْلَ عَلٰی مَذْھَبِ الْاَشْعَرِیِّ وَ الْفُرُوْعَ عَلٰی مَذْھَبِ الشَّافِعِیِّ---

(تاریخ بغداد، جلد۱۱، صفحہ۸۲)

بیعت

امام قشیری دیگر اساتذہ سے مستفیض ہونے کے ساتھ ساتھ حضرت شیخ ابوعلی دقاق کی مجالس میں بھی باقاعدہ شریک ہوتے رہے اور یوں علمی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ طریقت وتصوف اور معرفت وحقیقت کی منازل بھی طے ہوتی رہیں اور ظاہری علوم سے فراغت کے بعد فقر و درویشی کی راہ اختیار کی--- شیخ دقاق کے دستِ حق پرست پر بیعت تھے (جامی، مولانا عبدالرحمٰن، ۸۹۸ھ، نفحات الانس، منشی نول کشور، لکھنو، صفحہ۲۸۸)، اپنے شیخ کی زبانی اپنا سلسلہ طریقت بیان کرتے ہوئے یوں رقم طراز ہیں:

کَانَ الْاُسْتَاذُ اَبُوْ عَلِیٍّ یَقُوْلُ: اَخَذْتُ ھٰذَا الطَّرِیْقَ عَنِ النَّصْرِ آبَاذِیِّ وَ النَّصْرِ آبَاذِیُّ عَنِ الشِّبْلِیِّ وَ الشِّبْلِیُّ عَنِ الْجُنَیْدِ وَ الْجُنَیْدُ عَنِ السَّرِیِّ وَ السَّرِیُّ عَنْ مَعْرُوْفِنِ الْکَرْخِیِّ وَ مَعْرُوْفُ الْکَرْخِیُّ عَنْ دَاؤُدَ الطَّائِیِّ وَ دَاؤُدُ الطَّائِیُّ لَقِیَ التَّابِعِیْنَ---

(قشیری، امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن، ۴۶۵ھ، رسالہ قشیریہ، مطبع مصطفیٰ البابی، مصر، ۱۹۵۹ء، صفحہ۱۴۷)

"استاذ ابوعلی فرمایا کرتے تھے کہ میں نے طریقِ تصوف نصرآبادی سے حاصل کیا، انھوں نے شبلی سے، ابوبکر شبلی نے جنید بغدادی سے، جنید بغدادی نے سری سقطی سے، انھوں نے معروف کرخی سے اور معروف کرخی نے داؤد طائی سے حاصل کیا، جب کہ داؤد طائی کی ملاقات تابعین سے تھی"---

شیخ و مرشد کا ادب

امام قشیری کو اپنے شیخ و مرشد سے بڑی عقیدت و محبت تھی، رسالہ قشیریہ میں ان کا ذکر والہانہ انداز میں کرتے ہوئے ہر جگہ ان کے ساتھ استاذ کا اضافہ کرتے ہیں---

فقر و درویشی کی راہ میں ادب کو بڑی اہمیت حاصل ہے، منزل مراد تک وہی پہنچتے ہیں جو ادب آشنا ہوں، جب کہ بے ادب باطنی و روحانی نعمتوں سے محروم رہتے ہیں--- امام قشیری نے بھی صاحبان طریقت کی راہ اپناتے ہوئے پاس ادب ہمیشہ لازم رکھا--- چناں چہ شیخ سے عقیدت کا حال بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''ابتدائی دور میں جب بھی شیخ کے ہاں جانے کا ارادہ کرتا، اس دن روزہ رکھتا، پھر غسل کر کے حاضر خدمت ہوتا--- بارہا ایسا بھی ہوا، مدرسہ کے دروازے تک پہنچ جاتا مگر شرم و حیا کی وجہ سے آگے نہ بڑھ سکتا اور وہیں سے لوٹ آتا اور اگر کبھی ہمت کر کے اندر داخل ہو جاتا تو بدن پر کپکپی کی کیفیت طاری ہو جاتی، ایسے میں اگر مجھے سوئی بھی چبھو دی جاتی تو شاید اسے محسوس نہ کر پاتا--- اگر کوئی مسئلہ درپیش ہوتا یا کسی اشکال کے بارے میں استفسار کرنا ہوتا تو حاضری کے وقت لب کشائی کی ضرورت ہی پیش نہ آتی، شیخ و مرشد از خود ان مسائل کی تشریح فرما دیتے--- یہ معاملہ میرے ساتھ کئی بار ہوا، میں اکثر سوچا کرتا کہ اگر بالفرض اللہ تعالیٰ اس وقت اپنی مخلوق کی طرف کوئی رسول بھیج دے تو کیا میرے لیے اس سے بڑھ کر تعظیم ممکن ہوگی؟ میرے تصور میں بھی یہ بات نہ آتی کہ ایسا ممکن بھی ہے''---

(قشیری، امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن، ۴۶۵ھ، رسالہ قشیریہ، مطبع مصطفیٰ البابی، مصر، ۱۹۵۹ء، صفحہ ۲۷)

امام قشیری پر ان کے شیخ استاذ ابوعلی دقاق کی خاص نظر عنایت تھی، روحانی قرب کے علاوہ رشتہ داری کا تعلق بھی ہو گیا، شیخ دقاق نے ان کی لیاقت و قابلیت کے پیش نظر اپنی صاحبزادی فاطمہ کا عقد قشیری سے کر دیا تھا (تاریخ اسلام للذھبی، صفحہ ۱۷۱) حالاں کہ ان کے اپنے رشتہ داروں میں صالح نوجوانوں کی کمی نہ تھی---

(یافعی، ابوعبداللہ محمد بن اسعد، ۷۶۸ھ، مرآۃ الجنان، دائرۃ المعارف، حیدرآباد دکن، جلد ۳، صفحہ ۹۱)

قشیری کہتے ہیں کہ اس قدر قرب کے باوجود کیا مجال کہ کبھی کسی قسم کے اعتراض کا دل میں خیال بھی پیدا ہوا ہو، یہاں تک کہ ان کا وصال ہو گیا--- (رسالہ قشیریہ، صفحہ ۱۴۷)

شیخ دقاق کی وفات کے بعد امام عبدالرحمٰن سلمی کی صحبت اختیار کی، یہاں تک کہ اہل خراسان نے ان کے علم و فضل کی بنا پر انھیں استاذ تسلیم کر لیا--- (طبقات الشافعیۃ الکبریٰ، جلد ۳، صفحہ ۱۵۲)

جامعیت

امام قشیری نے اکابر اساتذہ کی صحبت اور اپنی خداداد ذہانت و قابلیت سے وہ کمال حاصل کیا کہ باید و شاید---

وہ جامع شخصیت کے مالک تھے، ان کی ذات میں اس قدر گوناگوں اور متنوع علوم وفنون جمع ہو گئے تھے کہ کسی فرد واحد میں اتنے علوم کا جمع ہو جانا بظاہر ممکن دکھائی نہیں دیتا --- وہ بلاشبہہ اس شعر کے مصداق تھے:

لَیْسَ عَلَی اللّٰہِ بِمُسْتَنْکَر

اَنْ یَجْمَعَ الْعَالَمَ فِی وَاحِدٖ

''اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ سے بعید نہیں کہ وہ تمام مخلوق کی خوبیاں ایک شخص میں جمع کر دے'' ----

حافظ ابن اثیر (م ۶۳۰ھ) ان کی جلالتِ شان یوں بیان کرتے ہیں:

کَانَ اِمَامًا ، فَقِیْھًا ، اُصُوْلِیًّا ، مُفَسِّرًا ، کَاتِبًا ، ذَا فَضَائِلَ جُمَّۃ ---

(ابن اثیر، ابوالحسن علی بن ابی الکرم، الکامل فی التاریخ، بیروت، جلد ۱۰، صفحہ ۸۸)

''قشیری امام، فقیہ، اصولی، مفسر، کاتب اور گوناگوں اوصاف حسنہ سے متصف تھے'' ---

امام سبکی (م ۷۷۱ھ) رقم طراز ہیں:

کَانَ فَقِیْھًا بَارِعًا، اُصُوْلِیًّا، مُحَقِّقًا، مُتَکَلِّمًا، سَنِیًّا مُحَدِّثًا، حَافِظًا، مُفَسِّرًا، مُقَنِّنًا، نَحْوِیًّا، لُغْوِیًّا، اَدِیْبًا، کَاتِبًا، شَاعِرًا، مَلِیْحَ الْخَطِّ جِدًّا، شُجَاعًا، بَطَلًا، لَہٗ فِی الْفُرُوْسِیَّۃِ وَ اسْتِعْمَالِ السِّلَاحِ الْآثَارُ الْجَمِیْلَۃُ، اَجْمَعَ الْمُسْلِمُوْنَ عَلٰی اَنَّہٗ سَیِّدُ زَمَانِہٖ وَ قُدْوَۃُ وَقْتِہٖ وَ بَرَکَۃُ الْمُسْلِمِیْنَ فِیْ ذٰلِکَ الْعَصْرِ --- (طبقات الشافعیۃ الکبریٰ، جلد ۳، صفحہ ۱۵۱)

''آپ یگانہ روزگار فقیہ، اصولی، محقق، متکلم، عالی مرتبت محدث، حافظ، مفسر، مقنن، نحوی، ماہر لغات، لغت و زبان پر دسترس رکھنے والے ادیب، کاتب اور شاعر تھے، خط میں بہت خوب صورتی اور نفاست تھی، بہادر، دلیر، گھڑ سواری اور اسلحہ کے استعمال کے ماہر تھے (اور اس سلسلے میں ان مٹ نقوش ثبت کیے) آپ کے ہم عصر اس بات پر متفق ہیں کہ وہ اپنے زمانہ کے سردار اور امام تھے، اہل اسلام کے لیے ان کا وجود سراسر باعث خیر و برکت تھا'' ---

الغرض علوم وفنون کا کوئی ایسا قابل ذکر شعبہ نہ تھا جس میں آپ کو ید طولیٰ حاصل نہ ہو ---

حضرت داتا گنج بخش کی گواہی

امام قشیری کے معاصر اور طریقت وتصوف کے تاج دار حضرت سیدنا داتا گنج بخش علی ہجویری قدس سرہ العزیز آپ

www.IslamiEducation.com

کے علم و فضل کی جامعیت و ہمہ گیریت کی یوں شہادت دیتے ہیں:

استاذ امام و زین الاسلام عبد الکریم ابوالقاسم بن ہوازن القشیریص اندر زمانِ خود بدیع بود و قدرش رفیع و منزلت بزرگ و معلوم است اهلِ زمانه را از روزگار او و انواعِ فضلش اندر هر فن، وی را لطائف بسیارست---

(داتا گنج بخش، ابوالحسن علی بن عثمان ہجویری، کشف المحجوب، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، صفحہ ۱۵۰)

''استاذ و امام، زینتِ اسلام عبدالکریم بن ہوازن قشیری رضی اللہ عنہ اپنے زمانے میں نادرالوجود اور رفیع القدر بزرگ ہیں، اہلِ زمانہ آپ کے علم و فضل، مقام و مرتبے اور محامد و مناقب سے پوری طرح آگاہ ہیں، ہر فن میں آپ کے بیان کردہ علمی لطائف و نکات بے شمار ہیں''----

قشیری کے ایک اور ہم عصر علی بن حسن الباخرزی (م ۴۶۷ھ) اپنی تصنیف ''دمیة القصر'' میں بیان کرتے ہیں:

خَارِجٌ فِیْ اِحَاطَتِهٖ بِالْعُلُوْمِ عَلَی الْحَدِّ الْبَشَرِیِّ---(طبقات الشافعیة الکبریٰ، جلد ۳، صفحہ ۱۵۳)

فقر و تصوف

ظاہری علوم سے فراغت پا کر خانقاہِ فقر و تصوف میں قدم رکھا اور اپنے مشائخ کے طریقہ کے مطابق خلقِ خدا کی رہنمائی، تطہیرِ قلوب اور صفائے باطن کا فریضہ انجام دیتے رہے--- آپ نے راہِ تصوف پر گامزن ہونے والوں کی رہنمائی کے لیے ایک رسالہ تصنیف کیا، جسے رسالہ قشیریہ کے نام سے شہرتِ دوام اور مقبولیت خاص و عام حاصل ہے--- اس تصنیف میں آپ نے جہاں تصوف کی اہمیت و ضرورت پر روشنی ڈالی، وہیں بڑی شدت کے ساتھ اس حقیقت کو واضح کیا کہ شریعتِ مطہرہ کی پاس داری کے بغیر تصوف و طریقت کی کوئی وقعت نہیں ہے---فرماتے ہیں:

اَلشَّرِیْعَةُ اَمْرٌ بِالْتِزَامِ الْعُبُوْدِیَّةِ وَ الْحَقِیْقَةُ مُشَاهَدَةُ الرُّبُوْبِیَّةِ فَکُلُّ شَرِیْعَةٍ غَیْرِ مُؤَیَّدَةٍ بِالْحَقِیْقَةِ فَغَیْرُ مَقْبُوْلٍ وَ کُلُّ حَقِیْقَةٍ غَیْرِ مُقَیَّدَةٍ بِالشَّرِیْعَةِ فَغَیْرُ مَحْصُوْلٍ---

(رسالہ قشیریہ، صفحہ ۴۶)

''شریعت نام ہے عبودیت کے التزام کا اور حقیقت نام ہے مشاہدۂ ربوبیت کا--- لہٰذا جس شریعت کو حقیقت

کی تائید حاصل نہ ہو، وہ غیر مقبول ہے اور جو حقیقت شریعت کی پابند نہیں، لا حاصل ہے“---

فقر و تصوف میں آپ کے مقام و مرتبہ کے حوالے سے علامہ ذہبی رقم طراز ہیں:

وَ انْتَهَتْ اِلَيْهِ رِيَاسَةُ التَّصَوُّفِ فِیْ زَمَانِهٖ لِمَا آتَاهُ اللّٰهُ مِنَ الْاَحْوَالِ وَ الْمُجَاهَدَاتِ وَ تَرْبِيَةِ الْمُرِيْدِيْنَ وَ تَذْكِيْرِهِمْ وَ عِبَارَاتِهِمِ الْعَذْبَةِ، فَكَانَ عَدِيْمَ النَّظِيْرِ فِیْ ذٰلِكَ طَيِّبَ النَّفْسِ، لَطِيْفَ الْاِشَارَةِ، غَوَّاصًا عَلَى الْمَعَانِی ---(تاریخ اسلام للذهبی، صفحه ۱۷۲)

”(قشیری) اپنے زمانہ میں اقلیم تصوف کے بے تاج بادشاہ تھے--- اللہ تعالیٰ نے آپ کو سخت ترین ریاضت و مجاہدہ کی ہمت ارزانی فرمائی، مریدین کی تربیت اور انھیں پند و نصائح کرنے اور عمدہ عبارتوں کے بیان میں عدیم النظیر تھے--- پاکیزہ نفس، نفیس اشارات و نکات کے ذریعے معانی کی تہ تک پہنچ جانے والے نکتہ رس تھے“

آپ تصوف و طریقت کے اعلیٰ مرتبے پر فائز تھے کہ آپ کی نظر میں متاعِ دنیا کی کوئی حیثیت نہ تھی---

عارفِ کامل مولانا جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م ۸۹۸ھ) تحریر کرتے ہیں:

”صاحبِ کشف المحجوب فرماتے ہیں، میں نے ایک بار قشیری سے دریافت کیا کہ طریقت و تصوف میں آپ کے ابتدائی احوال کیا تھے؟ فرمایا: مجھے ایک بار گھر میں کھڑکی کے لیے ایک پتھر کی ضرورت پڑی، جس پتھر کو اٹھاتا وہ گوہر بن جاتا تو میں اسے پھینک دیتا“---

حضرت داتا صاحب فرماتے ہیں:

”اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کے نزدیک گوہر اور پتھر دونوں برابر تھے، بلکہ ایک لحاظ سے وہ پتھر کو گوہر سے بہتر سمجھتے تھے--- اس لیے کہ انھیں پتھر کی ضرورت تھی، گوہر سے دل چسپی نہ تھی“---(نفحات الانس، صفحہ ۲۸۸)

امام قشیری نے اپنی رضا کو رضائے الٰہی کے تابع کر دیا تھا، حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری لکھتے ہیں کہ میں نے استاذ ابوالقاسم قشیری کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

مرد مان اندر فقر و غنا هر کسی سخن گفته اند و خود را چیزی اختیار کرده و من آن اختیار کنم که حق مرا اختیار کند و من را اند ران نگاه د ارد، اگر تونگر د اردم غافل و گزاشته نه باشم و اگر د رویش د اردم حریص و معرض نباشم۔(کشف المحجوب، صفحه ۲۲)

”فقر و غنا کے بارے میں لوگوں کی مختلف آراء ہیں، کسی نے ایک چیز کو اختیار کیا، کسی نے دوسری کو، لیکن میں

وہ چیز اختیار کرتا ہوں جسے اللہ میرے لیے اختیار کرے اور جس حال میں مجھے رکھے، اگر صاحب دولت بنائے تو مجھے اپنی یاد سے غافل نہ کرے اور اگر فقیر رکھے تو حریص و نافرمان ہونے سے محفوظ رکھے"---

موعظت

تحصیلِ علم سے فراغت پا کر ترویجِ تصوف کے ساتھ آپ نے وعظ و نصیحت کے ذریعے تبلیغِ دین کا کام سرانجام دینا شروع کیا---اس سلسلے میں آپ نے سنتِ نبوی ﷺ پر عمل پیرا ہو کر اس قرآنی حکم کو اپنا رہنما اصول بنایا:

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَ الْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ---(النحل، ۱۶: ۱۲۵)

"اپنے رب کے راستہ کی طرف (لوگوں کو) بلایئے، حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ"---

اپنے شیخ حضرت ابوعلی دقاق کی حیاتِ مبارکہ ہی میں مجالسِ وعظ کا آغاز کر دیا تھا---خود بیان کرتے ہیں:

"میں مسجد المطرز میں وعظ کیا کرتا تھا، ایک بار "نسا" جانے کا ارادہ کیا، شیخ سے اجازت لیتے ہوئے خیال آیا، کیا ہی اچھا ہو کہ میری عدم موجودگی میں شیخ میری جگہ وعظ فرما دیا کریں---یہ سوچ ہی رہا تھا کہ آپ نے ازخود فرمایا:

"تمہاری جگہ میں وعظ کر دیا کروں گا"---

کچھ دیر بعد مجھے حضرت کی علالت کی وجہ سے خیال آیا کہ ہفتہ میں دو دفعہ مجالسِ وعظ قائم کرنے میں آپ کو تکلیف ہوگی، ایک ہی بار مجلس ہو جائے تو بہتر ہے---اس پر آپ نے مجھے فرمایا:

"اگر دو دن نہ ہو سکا تو ہفتہ میں ایک دن وعظ کیا کروں گا"---(رسالہ قشیریہ، صفحہ۱۱۶)

- امام قشیری وعظ میں اپنے زمانہ کے امام تسلیم کیے جاتے تھے---خطیب بغدادی لکھتے ہیں:

کَانَ ثِقَۃً وَ کَانَ یَقُصُّ وَ کَانَ حَسَنَ الْمَوْعِظَۃِ وَ مَلِیْحَ الْاِشَارَۃِ۔ (تاریخِ بغداد، جلد ۱۱، صفحہ۸۲)

"آپ ثقہ اور واعظ خوش بیان تھے اور نفیس اشارات و نکات بیان کیا کرتے"---

- سبکی لکھتے ہیں:

اَمَّا الْمَجَالِسُ فِی التَّذْکِیْرِ .... اَجْمَعَ اَھْلُ الْعَصْرِ عَلٰی اَنَّہٗ عَدِیْمُ النَّظِیْرِ---

(طبقات الشافعیۃ الکبریٰ، جلد۳، صفحہ۱۵۳)

”آپ کی مجالسِ وعظ ونصیحت کے بارے میں آپ کے معاصرین کا اجماع ہے کہ آپ اس فن میں عدیم النظیر تھے“

امام قشیری علیہ الرحمہ ایک بار مرو کے قاضی کی مجلس میں تشریف لے گئے--- قاضی نے جوں ہی آپ کو دیکھا، اٹھ کھڑا ہوا اور اپنا تکیہ آپ کے بیٹھنے کے لیے پیش کیا، پھر کہا:

”لوگو! ایک سال میں حج کے لیے گیا، اتفاق سے اُس سال یہ امامِ کبیر بھی حج کے لیے گئے ہوئے تھے--- اس سال کو ”سنة القضاة“ کہا جاتا ہے، کیوں کہ اس سال دور دراز کے علاقوں سے چار سو قاضی اور امام حج کو آئے تھے--- وہاں یہ سوال پیدا ہوا کہ اتنے جلیل القدر علماء وائمہ میں سے حرم میں خطاب کون کرے؟ سب نے اس پر اتفاق کیا کہ استاذ ابو القاسم قشیری ہی خطاب کے اہل ہیں--- چناں چہ باتفاقِ آراء حرم شریف میں خطاب کا اعزاز آپ ہی کو حاصل ہوا“--- (طبقات المفسرین، (حرف العین) صفحہ ۲۴۰)

● امام ذہبی، استاذ قشیری کے ایک معاصر علی بن حسن الباخرزی کی کتاب دمیة القصر کے حوالے سے لکھتے ہیں:

فَلَوْ قرعَ الصَّخر بِسَوْطِ تَحْذِيْرِهٖ لَذَابَ، وَ لَوْ رُبطَ اِبْلِيْسُ فِيْ مَجْلِسِهٖ لَتَابَ---

(سیر اعلام النبلاء، جلد ۱۱، صفحہ ۴۸۸)

”اگر ان کا تازیانۂ تقریر پتھر سے بھی ٹکرا جائے تو وہ موم بن جائے اور اگر شیطان ان کی مجلس میں باندھ دیا جائے تو تائب ہو جائے“---

انھی خصوصیات کی بنا پر آپ کو فنِ خطابت وموعظت کا امام تسلیم کیا جاتا تھا- جیسا کہ امام یافعی (م ۷۶۸ھ) لکھتے ہیں:

اَمَّا مَجَالِسُ الْوَعْظِ وَ التَّذْكِيْرِ فَهُوَ اِمَامُهَا الْمُنْفَرِدُ بِهَا---

(مرآة الجنان، جلد ۳، صفحہ ۹۲)

”آپ وعظ ونصیحت کی مجالس کے ممتاز ویگانہ امام تھے“---

بحیثیت محدث

گزشتہ سطور سے واضح وظاہر ہے کہ امام قشیری جملہ علوم وفنون میں یکہ وطاق تھے، ہر چند کہ تصوف وطریقت کے حوالے سے ان کا زیادہ شہرہ تھا، تاہم بحیثیت محدث بھی ان کا مقام ممتاز ومنفرد تھا--- انھوں نے احمد بن محمد بن عمر الخفاف، محمد بن احمد بن عبدوس المکی، ابونعیم عبدالملک بن حسن اسفرائنی، عبدالرحمٰن بن ابراہیم المزکی، محمد بن حسن بن فورک، حاکم ابوعبداللہ بن البیع، محمد بن حسنین علوی اور ابوعبدالرحمٰن سلمی ایسے اکابر محدثین سے حدیث کا سماع کیا- (تاریخِ بغداد، جلد ۱۱، صفحہ ۸۳)

علاوہ ازیں سفرِ حج کے موقع پر امام الحرمین کے والد شیخ ابو محمد الجوینی اور مشہور محدث احمد بن حسین البیہقی اور دیگر رفقاء کی معیت میں حجازِ مقدس اور بغدادِ معلّٰی کے جلیل القدر محدثین سے سماعِ حدیث کا موقع ملا---

(مفتاح السعادۃ، جلد۱، صفحہ۴۳۹/ المنتظم، جلد۱۶، صفحہ۱۴۸)

- ۴۳۷ھ میں املا حدیث کے لیے باقاعدہ مجلس کا آغاز کیا---

(طبقات الشافعیۃ الکبریٰ، جلد۳، صفحہ۱۵۳)

- ۴۴۸ھ میں بغداد کا دورہ کیا، اس سے کوئی گیارہ سال پہلے رسالہ تصنیف کر چکے تھے---آپ کی اس معرکۃ الآراء تصنیف کی شہرت اکنافِ عالم میں پہنچ چکی تھی---بغداد اس وقت عروس البلاد اور مرکزِ علم و عرفان تھا---تشنگانِ علم اور صاحبانِ فضل کا یہاں جمِ غفیر تھا---قشیری بغداد پہنچے تو طالبانِ حدیث نے آپ کی طرف رجوع کیا---

خطیب بغدادی لکھتے ہیں:

قَدِمَ عَلَیْنَا فِیْ سَنَۃِ ثِمَانٍ وَّ اَرْبَعِیْنَ وَ اَرْبَعِ مِائَۃٍ، وَ حَدَّث بِبغْدَادَ وَ کَتَبْنَا عَنْہُ وَ کَانَ ثِقَۃً---

(تاریخِ بغداد، جلد۱۱، صفحہ۸۳)

"قشیری ۴۴۸ھ میں بغداد تشریف لائے اور حدیثوں کی روایت کی، ہم نے بھی ان سے حدیثیں لکھیں، آپ ثقہ تھے"---

امام قشیری نے درسِ حدیث کا سلسلہ آخر عمر تک جاری رکھا---آپ کی کتب و تصانیف اور احادیث کی سماعت و قراءت کے لیے لوگ جوق در جوق آپ کے پاس حاضر ہوتے---آپ سے فیض یافتگان کی تعداد ہزاروں میں تھی۔

۴۱......(طبقات المفسرین، (حرف العین) صفحہ۲۴۰)

چند ممتاز تلامذہ کے اسماء درج ذیل ہیں:

تلامذہ

آپ کے صاحبزادے عبدالمنعم---

پوتے ابوالاسعد ھبۃ الرحمٰن---

ابوعبداللہ فراوی---

زاہر شحامی---

www.IslamiEducation.com

عبدالوہاب بن شاہ شاذیاخی---

وجیہ شحامی---

عبدالجبار خواری---

عبدالرحمٰن بن عبداللہ بجیری---اور

قدیم محدثین میں سے ابوبکر خطیب بغدادی---

(تاریخِ اسلام، (۴۶۱ھ-۴۷۰ھ)، صفحہ ۱۷۳)

شادی

امام قشیری کی شادی، ان کے شیخ استاذ ابوعلی دقاق نے اپنی صاحب زادی فاطمہ سے کر دی تھی---شیخ نے ان کی بڑی اعلیٰ تربیت کی تھی---

ابن العماد (م ۱۰۸۹ھ) لکھتے ہیں:

كَانَتْ كَبِيرَةَ الْقَدْرِ عَالِيَةَ الْاَسْنَادِ مِنْ عَوَابِدِ زَمَانِهَا............---

"آپ بڑی عالی قدر اور بلند مرتبہ اسناد کی مالک تھیں اور اپنے زمانہ کی عبادت گزار خواتین میں شمار ہوتی تھیں"---

انھوں نے ابونعیم اسفرائنی، علوی، حاکم اور کئی دیگر محدثین سے حدیث کی روایت کی ہے---نوے (۹۰) سال کی عمر میں ذیقعدہ ۴۸۰ھ کو وصال فرمایا---(شذرات الذهب، جلد ۳، صفحہ ۳۶۵)

اولاد امجاد

آپ کی بیوی فاطمہ کے بطن سے چھ (٦) صاحبزادے پیدا ہوئے-(طبقات الشافعية الكبرىٰ، جلد ۳، صفحہ ۱۵۵)

- ڈاکٹر محمد استعلامی کہتے ہیں:

"فاطمہ کے علاوہ ان کی ایک اور بیوی بھی تھیں، دونوں بیویوں سے اولاد میں چھ صاحبزادے اور پانچ صاحبزادیاں تولد ہوئیں"---(عطار، شیخ فریدالدین، ٦٢٠ھ، تذکرۃ الاولیاء، تعلیقات (از ڈاکٹر محمد استعلامی)، کتاب خانہ ملی، ایران، صفحہ ۸۷۲)

ظن غالب ہے کہ صاحبزادیاں دوسری بیوی کے بطن سے تھیں---

www.IslamiEducation.com

امام قشیری کے تمام صاحبزادے عالم، فاضل، متقی اور اوصافِ حمیدہ کے مالک تھے--- صاحبزادوں کے اسماءِ گرامی یہ ہیں:

۱۔ ابو سعد عبد اللّٰہ

یہ سب سے بڑے صاحبزادے تھے۔(مرآۃ الجنان، جلد۳، صفحہ۱۲۱)

امام کبیر تھے--- آپ کے اوصافِ حمیدہ کا احاطہ کسی انسان کے بس میں نہیں--- استاذ قشیری ان کی بہت عزت کرتے اور ان سے اپنے ہم عمروں کی طرح پیش آتے تھے---(شذرات الذھب، جلد۳، صفحہ۳۵۴)

ذہبی لکھتے ہیں:

كَانَ زَاهِدًا متألها، مُتَصَوِّفًا، كَبِيْرَ الْقَدْرِ، ذَا عِلْمٍ وَ عِرْفَانٍ---

(سير اعلام النبلاء، جلد۱۱، صفحہ۲۶۷)

''آپ زاہد، عابد، صوفی، بڑی عزت وقدر والے اور صاحب علم وعرفان تھے''---

اپنی والدہ سیدہ فاطمہ سے چار سال پہلے ذی قعدہ ۴۷۷ھ میں ساٹھ (۶۰) سال کی عمر میں وفات پائی---

(شذرات الذھب، جلد۳، صفحہ۳۵۴)

۲۔ ابو سعید عبد الواحد

آپ عالم، فاضل اور صالح تھے(شذرات الذہب، جلد۳، صفحہ۴۰۱) آپ کا لقب ''رکن الاسلام'' ہے--- بچپن ہی سے علم اور عبادت میں محو ہو گئے--- تلاوتِ قرآن باقاعدگی سے کرتے--- جامع منیعی نیشاپور کے خطیب تھے--- ہر جمعہ نیا پُر مغز خطبہ دیتے--- آپ نیشاپور کے شیخ تھے---

سمعانی کہتے ہیں:

''میں نے کسی شخص کو زہد وورع اور اجتہاد میں ان سے بڑھ کر نہیں دیکھا--- ولادت ۴۱۸ھ میں ہوئی جب کہ وصال ۴۹۴ھ میں ہوا''---

(طبقات الشافعیۃ الکبریٰ، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، جلد۳، صفحہ۲۸۴)

۳۔ ابو منصور عبد الرحمٰن

بہت عمدہ سیرت، پرہیزگار اور فاضل تھے--- ۴۲۶ھ میں پیدا ہوئے اور ۴۸۲ھ میں وفات پائی---

www.IslamiEducation.com

(طبقات الشافعیۃ،جلد۳،صفحہ۲۲۳)

۴۔ ابو نصر عبد الرحیم

امام،مناظر،مفسر،ادیب،علامہ اور متکلم تھے۔(شذرات الذھب،جلد۴،صفحہ۴۵)

علم وفضل میں اپنے والد کی مانند تھے---(شذرات الذھب،جلد۳،صفحہ۳۲۱)

۲۲/جمادی الآخرہ۵۱۴ھ بروز جمعہ ضحوۂ کبریٰ کے وقت نیشاپور میں وصال ہوا-(مرآۃ الجنان،جلد۳،صفحہ۲۱۱)

ذہبی نے تاریخ وصال ۲۸/جمادی الآخرہ تحریر کی ہے---(سیر اعلام النبلاء،جلد۱۲،صفحہ۲۴۰)

۵۔ عبد اللّٰہ

آپ صوفی،فاضل اور عابد تھے---۵۲۱ھ میں وفات پائی-(طبقات الشافعیۃ الکبریٰ،جلد۴،صفحہ۲۶۹)

۶۔ ابو المظفّر عبد المنعم

۴۴۵ھ میں پیدا ہوئے اور ستاسی (۸۷) برس کی عمر میں سنہ۵۳۲ھ میں وفات ہوئی---اکابر محدثین سے حدیث روایت کی---(شذرات الذھب،جلد۴،صفحہ۹۹)

با ادب اولاد

امام قشیری کی اولاد نہایت مؤدب تھی---ان کے دل میں والد گرامی کا رعب ودبدبہ اور عظمت جاگزیں ہو چکی تھی---ابن جوزی لکھتے ہیں:

''استاذ ابوالقاسم قشیری کے وصال کے بعد سال ہا سال تک ان کی اولاد میں سے کسی کو بھی تعظیم واحترام کی وجہ سے ان کے مکان میں داخل ہونے اور ان کی کتابوں یا کپڑوں کو مس کرنے کی ہمت نہ ہو سکی''---

(المنتظم،جلد۶،صفحہ۱۴۹/البدایۃ و النھایۃ،جلد۸،صفحہ۳۱۸)

صاحبزادے کی علالت اور دیدارِ الٰہی

ایک بار استاذ ابوالقاسم قشیری کے ایک صاحبزادے انتہائی بیمار ہو گئے، یہاں تک کہ بچنے کی کوئی امید باقی نہ رہی،سخت پریشانی ہوئی،خواب میں اللہ تعالیٰ نے اپنی زیارت سے نوازا،آپ نے بیٹے کی بیماری کے بارے میں عرض کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''قرآن کریم کی جن آیات میں شفاء کا ذکر ہے،انھیں پڑھ کر دم کرو،ایک برتن پر لکھو اور دھو کر اس کا پانی

www.IslamiEducation.com

اسے پلاؤ''---

بیدار ہوئے تو تعمیلِ حکم بجالاتے ہوئے، صاحبزادے کو دم کیا اور پانی پلایا تو صحت یابی ہوگئی---

آیاتِ شفا

قرآنِ کریم میں چھ (٦) آیاتِ شفاء ہیں:

(1)......﴿وَ یَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِیْنَ o﴾---[التوبہ:١٤]

''اور ایمان والوں کا جی ٹھنڈا کرے گا''---

(2)......﴿وَ شِفَاءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوْرِ﴾---[یونس:٥٧]

''اور دلوں کی صحت ہے''---

(3)......﴿فِیْهِ شِفَاءٌ لِّلنَّاسِ﴾---[النحل:٦٩]

''جس میں لوگوں کی تن درستی ہے''---

(4)......﴿وَ نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ o﴾---[الاسراء:٨٢]

''اور ہم قرآن میں اتارتے ہیں وہ چیز جو ایمان والوں کے لیے شفا اور رحمت ہے''---

(5)......﴿وَ اِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ یَشْفِیْنِ o﴾---[الشعراء:٨٠]

''اور جب میں بیمار ہوں، تو وہی مجھے شفا دیتا ہے''---

(6)......﴿قُلْ هُوَ لِلَّذِیْنَ آمَنُوْا هُدًى وَّ شِفَاءٌ﴾---[فصلت:٤٤]

''تم فرماؤ! وہ ایمان والوں کے لیے ہدایت اور شفا ہے''---

(طبقات الشافعیۃ الکبریٰ، جلد٣، صفحہ١٥٤/ طبقات المفسرین، حرف العین، صفحہ٣٤٠، ٢٤١)

- سبکی لکھتے ہیں:

رَأَیْتُ کَثِیْرًا مِنَ الْمَشَائِخِ یَکْتُبُوْنَ هٰذِهِ الْآیَاتِ لِلْمَرِیْضِ وَ یُسْقَاهَا فِی الْاِنَاءِ طَالِبًا لِلْعَافِیَةِ--- (طبقات الشافعیۃ الکبریٰ، جلد٣، صفحہ١٥٤/ طبقات المفسرین، حرف العین، صفحہ٣٤٠، ٢٤١)

''میں نے بہت سے مشائخ کو دیکھا کہ وہ صحت یابی کے لیے یہ آیات لکھ کر مریض کو پلاتے ہیں''---

www.IslamiEducation.com

دورِ ابتلاء و آزمائش

اہل اللہ پر بسا اوقات ابتلاء وآزمائش کا دور بھی آتا ہے--- دین کی خاطر تکالیف برداشت کرنے پر اللہ تعالیٰ انھیں مزید درجات سے نوازتا ہے--- امام قشیری پر بھی ایک ایسا دور آیا کہ ۴۴۰ھ سے ۴۵۵ھ کے درمیان کم وبیش دس پندرہ سال کا عرصہ صعوبتوں میں گزرا---

یہ وہ زمانہ تھا، جب حکمرانوں کی دین دشمنی کی بنا پر علماء کو سخت مشکلات سے دوچار ہونا پڑا، یہاں تک کہ انھیں نقل مکانی پر مجبور کر دیا گیا--- امام قشیری کو قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنا پڑیں اور بالآخر جبری نقل مکانی پر مجبور کیا گیا، تو آپ نیشاپور چھوڑ کر بغدادِ معلیٰ پہنچے--- یہاں آپ کی ملاقات خلیفہ قائم بامر اللہ سے ہوئی--- وہ بہت اعزاز و اکرام سے پیش آیا، ایک طویل عرصہ یہاں گزارنے کے بعد حرمین شریفین میں مقیم ہو گئے--- حج کے بعد وطن واپس ہوئے، پھر کچھ عرصہ ''طوس'' میں قیام پذیر رہے، یہاں تک کہ الپ ارسلان برسرِ اقتدار آیا، تو علماء کے حق میں حالات سازگار ہو گئے، چناں چہ آپ نیشاپور تشریف لائے اور زندگی کے آخری دس سال نہایت عزت و احترام اور خوش حالی سے گزارے--- (سیر اعلام النبلاء، جلد ۱۱، صفحہ ۴۸۹)

سیرت و اخلاق

امام قشیری صوفیہ کے امام تھے--- وہ صاحب خلق عظیم نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے اسوۂ حسنہ کے مطابق مجسمۂ اخلاق تھے--- ابن العماد رقم طراز ہیں:

كَانَ اَمْلَحَ خَلْقِ اللّٰهِ وَ اَظْرَفُهُمْ شَمَائِل--- (شذرات الذھب، جلد ۳، صفحہ ۳۲۰)

''وہ مخلوق خدا میں سب سے زیادہ ظریف و ملیح اخلاق و اطوار کے حامل تھے''---

آپ جملہ علومِ متداولہ میں ید طولیٰ کے ساتھ ساتھ فنونِ لطیفہ اور فنونِ حرب و ضرب میں کمال مہارت رکھتے تھے۔

ذوقِ شعر و سخن

امام قشیری کو شعر و سخن کے فن میں بھی دسترس حاصل تھی--- ان کے اس وصف کو سبکی، ذہبی، یافعی، ابن العماد، داؤدی، حافظ ابن کثیر، مولانا جامی اور شاہ عبدالعزیز محدثِ دہلوی وغیرہم سیرت نگاروں نے بطورِ خاص بیان کیا اور آپ کا نمونہ کلام پیش کیا ہے--- آپ نے اپنی تصانیف میں اپنے اشعار کے ساتھ ساتھ دوسرے شعراء کے اشعار بھی درج کیے ہیں، جس سے ان کے ذوقِ شعر و سخن کا پتا چلتا ہے--- ان کا اکثر کلام صوفیانہ ہے--- بطورِ نمونہ چند اشعار پیش

www.IslamiEducation.com

کیے جاتے ہیں:

سَقَی اللّٰہُ وَقْتًا کُنْتُ اَخْلُوْ بِوَجْھِکُمْ
وَ ثَغْرُ الْھَوٰی فِیْ رَوْضَۃِ الْاُنْسِ ضَاحِکٗ
اَقَمْنَا زَمَانًا وَ الْعُیُوْنُ قَرِیْرَۃٌ
وَ اَصْبَحْتُ یَوْمًا وَ الْجُفُوْنُ سَوَافِکٗ

(وفیات الاعیان، جلد۳، صفحہ۲۷/ البدایۃ و النھایۃ، جلد۸، صفحہ۳۱۸/ نفحات الانس، صفحہ۲۸۹)

’’اللہ تعالیٰ اس وقت کو تر و تازہ کرے جب میں تمہارے روبرو خلوت نشین ہوتا تھا اور انس و اپنائیت کے گلشن میں چاہت و محبت کے دانت تبسم ریز ہوتے---
خوش حالی کا دور تھا تو ہم آنکھیں ٹھنڈی کیا کرتے اور آج یہ حال ہے کہ آنکھیں خوں ریز ہیں‘‘---

اَلْبَدْرُ مِنْ وَجْھِکَ مَخْلُوْقٗ
وَ السِّحْرُ مِنْ طَرْفِکَ مَسْرُوْقٗ
یَا سَیِّدًا تَیَّمَنِیْ حُبُّہٗ
عَبْدُکَ عَنْ صَدِّکَ مَرْزُوْقٗ

(سیر اعلام النبلاء، جلد۱۱، صفحہ۴۸۹)

’’چاند آپ کے چہرے (کی تجلی) سے پیدا ہوا اور نور سحر (گویا) آپ کی آنکھ سے چرایا گیا ہے، اے وہ آقا! جس کی محبت نے مجھے متوالا بنالیا ہے، آپ کا یہ غلام آپ کی بے رخی سے بہرہ یاب ہے‘‘---

وَ یَا مَنْ تَقَاصَرَ شُکْرِیْ عَنْ اَیَادِیْہِ
وَ کَلَّ کُلُّ لِسَانٍ عَنْ مَعَالِیْہِ
وُجُوْدُہٗ لَمْ یَزَلْ فَرْدًا بِلَا شُبَہٍ
عَلَا عَنِ الْوَقْتِ مَاضِیْہِ وَ آتِیْہِ
جَلَالُہٗ اَزَلِیٌّ لَا زَوَالَ لَہٗ
وَ مُلْکُہٗ دَائِمٌ لَا شَیْءَ یَفْنِیْہِ

www.IslamEducation.com

(طبقات الشافعیۃ الکبریٰ، جلد۳، صفحہ ۱۵۵-۶)

''اے وہ کہ جس کے عظیم احسانات وانعامات کے مقابل میرا شکریہ ادا کرنا انتہائی کم تر وکوتاہ ہے اور ہر زبان جس کی بلندیوں کے بیان سے عاجز وگنگ ہے---

بلاشبہہ جس کا وجود ہمیشہ سے یکتا ومنفرد ہے، جو ماضی ومستقبل کی قید سے بالا ہے---اس کا جلال ازلی اور لازوال ہے اوراس کی سلطنت دائمی ہے، کوئی شے اسے فنا نہیں کرسکتی''---

لَوْ کُنْتَ سَاعَةَ بَیْنَنَا مَا بَیْنَنَا
وَ شَھِدتَّ حِیْنَ نُکَرِّرُ التَّوْدِیْعَا
اَیْقَنْتَ اَنَّ مِنَ الدُّمُوْعِ مُحَدِّثًا
وَ عَلِمْتَ اَنَّ مِنَ الْحَدِیْثِ دُمُوْعَا

(البدایہ و النہایہ، جلد۸، صفحہ ۳۱۸)

''اگرتو اس سمے ہوتا جب ہمارے درمیان باہم ملاپ کی صورت وکیفیت تھی اورتو اس وقت موجود ہوتا جب ہم بار بار الوداع کہے جارہے تھے تو تجھے یقین ہوجاتا کہ کوئی آنسوؤں سے بھی بات کرنے والا ہوتا ہے اورتو جان لیتا کہ کچھ باتیں آنسوؤں کی ترجمان ہوتی ہیں''---

جَنِّبَانِیَ الْمَجُوْنَ یَا صَاحِبِیَّا
وَ اتْلُوَا سُوْرَةَ الصَّلَاةِ عَلَیَّا
قَدْ اَجَبْنَا لِزَاجِرِ الْعَقْلِ طَوْعًا
وَ تَرَکْنَا حَدِیْثَ سَلْمٰی وَ مَیَّا
وَ مُنِحْنَا لِمُوْجِبِ الشَّرْعِ نَشْرًا
وَ شَرَعْنَا لِمُوْجِبِ اللھو طَیًّا

(طبقات الشافعیۃ الکبریٰ، جلد۳، صفحہ ۱۵۶/ طبقاتُ المفسرین، حرف العین، صفحہ ۲۴۲)

''اے میرے ساتھیو! مجھے ہنسی مذاق سے دور رہنے دو، مجھے نماز میں پڑھی جانے والی کوئی سورت سناؤ---ہم نے عقل کی تنبیہ کو برضا ورغبت تسلیم کرلیا ہے اور سلمٰی اور میّا (مجازی محباؤں) کا قصہ ترک کردیا ہے---اللہ کی طرف

سے احسان کیا گیا ہے کہ ہم لہو ولعب کے اسباب کو چھوڑ کر شرعی احکام کی نشر واشاعت کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں‘‘

وصال

امام قشیری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ۱۶/ربیع الآخر ۴۶۵ھ، بروز اتوار، سورج طلوع ہونے سے پہلے نیشاپور میں وصال فرمایا---آپ کی تدفین ان کے شیخ ومرشد ابوعلی وقاق رحمہ اللہ تعالیٰ کے پہلو میں ہوئی۔(وفیات الاعیان، جلد۳، صفحہ۲۰۷)

تب آپ کی عمر نوے (۹۰) سال تھی---

ناقلین بیان کرتے ہیں کہ مرض الموت میں شدتِ علالت کے باوجود ایک بھی نماز قضا نہ ہوئی، تمام نمازیں کھڑے ہو کر ادا کرتے رہے---(طبقات الشافعیۃ الکبریٰ، جلد۳، صفحہ۱۵۵)

آپ کو کسی نے ایک گھوڑا ہدیہ کیا تھا، جس پر آپ سواری کرتے رہے---قشیری کا وصال ہوا تو گھوڑے نے کھانا پینا چھوڑ دیا اور صرف ایک ہفتہ کے بعد مرگیا---

(حسین بن محمد الدیار البکری، ۹۶۶ھ، تاریخ الخمیس فی احوال انفس النفیس، بیروت، جلد۲، صفحہ۳۵۹/ الکامل فی التاریخ، جلد۱۰، صفحہ۸۸/ سیر اعلام النبلاء، جلد۱۱، صفحہ۵۹۰/ المنتظم، جلد۱۶، صفحہ۱۴۹/ البدایہ و النھایہ، جلد۸، صفحہ۳۱۸)

وصال کے بعد ابوتراب مراغی نے خواب میں آپ کو دیکھا کہ فرما رہے ہیں:

اَنَا فِیْ اَطْیَبِ عَیْشٍ وَ اَکْمَلِ رَاحَۃٍ---(تاریخ اسلام للذھبی، صفحہ۱۷۶)

’’میں بہت آرام سے پاکیزہ زندگی گزار رہا ہوں‘‘---

تصانیف

آپ صاحب تصانیف بزرگ ہیں---حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اندر ھر فن وی را لطائف بسیار ست و تصانیف نفیس جملہ با تحقیق و خداوند تعالیٰ حال و زمان او را از حشو محفوظ گردانیدہ بود۔(کشف المحجوب، صفحہ۱۵۰)

’’ہر فن میں آپ کے بیان کردہ علمی نکات واشارات بے شمار ہیں اور آپ کی تمام تصانیف انتہائی نفیس اور تحقیقی ہیں---اللہ تعالیٰ نے آپ کے باطنی احوال اور زبان کو حشو وزوائد سے پوری طرح محفوظ کیا ہے‘‘---

آپ نے متعدد تصانیف کیں---امام سبکی نے تیرہ (۱۳) کتابوں کے نام دیے ہیں:

www.IslamEducation.com

١ تفسیرِ کبیر

٢ الرساله (رسالہ قشیریہ کے نام سے مشہور)

٣ التحبیر فی التذکیر

۴ آداب الصوفیة

۵ لطائف الاشارات (تفسیر قرآن)

٦ کتاب الجواهر

۷ عیون الاجوبة فی فنون الْاَسْئِلَة

٨ کتاب المناجاة

٩ کتاب نکت اولی النهی

١٠ کتاب نحو القلوب (کبیر)

١١ کتاب نحو القلوب (صغیر)

١٢ احکام السماع

١٣ اربعین فی الحدیث

ان کتابوں کے نام لکھنے کے بعد امام سبکی نے "و غیر ذٰلک" کہہ کر اشارہ کیا ہے کہ ان کے علاوہ بھی آپ کی کئی تصانیف ہیں---(طبقات الشافعیه، جلد٣، صفحہ١۵۵)

جناب اسماعیل پاشا بغدادی نے آپ کی مزید کتابوں کا ذکر کیا ہے:

١۴ استفاضة المرادات

١۵ بلغة المقاصد فی التصوف

١٦ الفصول فی الاصول

١۷ کتاب المعراج

١٨ ناسخ الحدیث و منسوخه

١٩ حیٰوة الارواح و الدلیل الی طریق الصلاح

www.IslamiEducation.com

٢٠ شكاية اهل السنة بحكاية ما نالهم من المحنة

٢١ منشور الخطاب فی شهود الالباب

(اسماعیل پاشابغدادی،هدية العارفین،مکتبہ جعفری تبریزی،١٣٨٧ھ،جلد١،صفحہ٦٠٨)

تفسیر کبیر غالباً آپ کی پہلی تصنیف ہے، جسے آپ نے ۴١٦ھ سے پہلے تحریر کیا، اس تفسیر کا اصل نام ''التیسیر فی علم التفسیر'' ہے--(وفیات الاعیان ،جلد٣،صفحہ٢٠٦)اس تفسیر کے بارے میں ابن خلکان (مصدرسابق)،امام یافعی(مرآة الجنان ،جلد٣،صفحہ٩١)،امام سبکی(طبقات الشافعیة الکبریٰ،جلد٣، صفحہ١٥٥)وغیرہ علماء محدثین نے صراحت کی ہے:

وَ هُوَ مِنْ اَجْوَدِ التَّفَاسِيْرِ---

''یہ سب تفاسیر میں سے عمدہ ہے''---

رسالہ قشیریہ

امام قشیری کی تصانیف میں ''الرسالہ'' کو خصوصی اہمیت حاصل ہے---یہ کتاب نہایت متبرک اور شہرہ آفاق تصنیف ہے---عام طور پر اسے ''رسالہ قشیریہ'' کہہ کر پکارا جاتا ہے مگر یوسف الیان سرکیس لکھتے ہیں:

''الرسالة فی رجال الطریقة'' اور ''الرسالة المبارکة'' کے نام سے معروف ہے---

(یوسف الیان سرکیس، معجم المطبوعات العربیہ، مطبع سرکیس، مصر، صفحہ١٥١۴)

یہ وہ متبرک و مسعود رسالہ ہے جس کے انوار و برکات کا صوفیہ کرام مشاہدہ کرتے چلے آئے ہیں---

امام سبکی لکھتے ہیں:

الرسالة المشهورة المبارکة التی قیل : ما تکون فی بیت و ینکب---

(طبقات الشافعیہ، جلد٣، صفحہ١٥٥)

''یہ مشہور اور مبارک رسالہ جس گھر میں موجود ہو، وہاں کوئی آفت نہیں آتی''---

علمی حلقوں نے اس رسالہ کو ہمیشہ قدر کی نگاہ سے دیکھا ہے اور اسے نصاب میں شامل رکھا ہے---سیدی وابی حضرت فقیہ اعظم مولانا ابوالخیر محمد نور اللہ نعیمی رحمہ اللہ تعالیٰ (م١٩٨٣ء) بھی اپنے خاص تلامذہ کو اس کا درس دیا کرتے تھے---آپ کو اپنے شیخ و مرشد حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی (م١٩۴٨ء) سے اس کی اجازت

www.IslamiEducation.com

حاصل تھی--- آپ کی مصنفِ رسالہ امام قشیری تک متصل سند ان کے مجموعہ اسناد ''ثبت نعیمی'' میں درج ہے-

(صدرالافاضل محمد نعیم الدین مرادآبادی، ثبت نعیمی، مرادآباد، صفحہ ۱۸)

رسالہ قشیریہ کے سنہ تصنیف اور اس کے مخاطبین کے بارے میں خود مصنف نے دیباچہ میں وضاحت کردی ہے:

ھذہ رسالۃ کتبھا الفقیر الی اللّٰہ تعالٰی عبد الکریم بن ھوازن القشیری الٰی جماعۃ الصوفیۃ ببلدان الاسلام فی سنۃ سبع و ثلاثین و اربع مأئۃ---(رسالہ قشیریہ، صفحہ ۲)

''اس رسالہ کو اللہ تعالیٰ کے محتاج بندے عبدالکریم بن ہوازن قشیری نے ۴۳۷ھ میں اسلامی ممالک کے صوفیہ کی جماعت کے نام تحریر کیا ہے''---

مقصدِ تصنیف کی بھی آپ نے وضاحت کردی ہے، جس کا ماحصل یہ ہے کہ آپ نے جب محسوس کیا کہ محققین صوفیہ کی رحلت کے بعد نام نہاد صوفیہ نے عبادت و طاعت میں انہماک کی جگہ اس کا استخفاف اور شریعت کی پیروی کے بجائے اس کی خلاف ورزی شروع کردی ہے، تزکیہ و طہارتِ روح سے انہیں کوئی علاقہ نہیں رہا اور نفسانیت ان پر غالب آ گئی ہے تو استاذ قشیری نے ضروری سمجھا کہ ایسا رسالہ پیش کیا جائے جس میں صوفیہ متقدمین کی تابناک سیرتوں کو بیان کیا جائے، جس سے ان کے عقائد، اخلاق، زہد و تقویٰ اور معاملات سے آگاہی ہو---

کتاب ۵۴/ ابواب اور متعدد فصول پر مشتمل ہے، جس میں صوفیہ کے عقائد، اقوال، سیرت و اخلاق، اصطلاحات تصوف، شریعت و حقیقت کی اہمیت، توبہ، مجاہدہ، تقویٰ، ورع، زہد، خاموشی، رجا، خوف، حزن، بھوک، خشوع و خضوع، مخالفت نفس، حسد، غیبت، یقین، صبر، مراقبہ، رضا، عبودیت، استقامت، اخلاص، صدق، ذکر، خلق، جود و سخا، ولایت، دعا، فقر، تصوف، آداب، صحبت، معرفت الٰہی، محبت، شوق، سماع، کرامات اولیاء اور خواب وغیرہ موضوعات پر سیر حاصل گفتگو کی ہے---

کتاب کا آخری اور اہم باب ''وصیۃ للمریدین'' کے عنوان سے ہے---(رسالہ قشیریہ، صفحہ ۱۹۷)

اس میں طالبین و مریدین کے لیے پند و نصائح اور ہدایات درج ہیں، جنھیں چھوٹی چھوٹی فصلوں میں بیان کیا گیا ہے--- دیگر باتوں کے علاوہ یہاں بھی بطور خاص آداب شریعت کی پاس داری کی تاکید ہے کہ یہی تمام صوفیہ متقدمین کا پیغام ہے--- چناں چہ آپ فرماتے ہیں:

و بناء ھذا الامر و ملاکہ علی حفظ آداب الشریعۃ و صون الید عن المد الٰی الحرام و

الشبھة و حفظ الحواس عن المحظورات و عد الانفاس مع اللّٰہ تعالیٰ عن الغفلات---

(رسالہ قشیریہ،صفحہ۲۰۳)

’’تصوف کی تمام تر بنیاد اس پر ہے کہ آداب شریعت کی پاس داری کی جائے---حرام اور مشتبہ چیزوں سے ہاتھ کھینچ لیا جائے،حواس کو ناجائز اور ممنوع چیزوں سے بچایا جائے اور غفلتوں کو ترک کر کے اللہ تعالیٰ کی یاد میں مگن رہا جائے‘‘

رسالہ قشیریہ کی مقبولیت اس امر سے بھی عیاں ہے کہ اس کی متعدد شروح لکھی گئیں،جن میں شیخ الاسلام زکریا انصاری(م۹۱۰ھ)اور دو جلدوں پر مشتمل ملا علی قاری(م۱۰۱۴ھ) کی شروح قابل ذکر ہیں---

(کشف الظنون،جلد۱،صفحہ۳-۸۸۲)

www.IslamiEducation.com